 

19-02-2018

خودکشی کا افسوسناک رجحان

(حصہ اول)

مفتی منیب الرحمٰن

مغربی ممالک اور دنیا کے دیگر ممالک میں خودکشی کا رجحان (Phenomenon) ہمیشہ ایک خاص تناسب کے ساتھ جاری رہا ہے بلکہ چند سال قبل جاپان میں اجتماعی خودکشی کے واقعات بھی رونما ہو چکے ہیں۔ الحمدللہ اکا دکا نادرالوقوع واقعات کے علاوہ عالم اسلام اس لعنت سے ہمیشہ محفوظ رہا ہے اور اس رجحان نے کبھی بھی ایک مستقل رویّے کی صورت اختیار نہیں کی، لیکن بدقسمتی سے گزشتہ کچھ عرصے سے خودکشی کے سانحات رونما ہوئے ہیں، اس افسوسناک رجحان نے معاشرے کے اجتماعی ضمیر کو جھنجوڑ کر رکھ دیا ہے اور اہل فکر ونظر نے اس مسئلے کی سنگینی پر توجہ دی ہے۔ سطور ذیل میں ہم اس افسوسناک رجحان کے شرعی پہلو، سماجی ومعاشی محرکات وعوامل اور منفی اثرات پر تفصیل کے ساتھ گفتگو کریں گے اور ارباب حل وعقد اور اہل نظر کی توجہ کیلئے چند اہم گزارشات پیش کریں گے۔

اسلام میں خودکشی حرام ہے:

اسلام کی رو سے انسان اپنی جان کا مالک ومختار نہیں ہے، انسان کی جان اور اس کا وجود اللہ تعالیٰ کی نعمت اور اس کی عطا کی ہوئی ودیعت وامانت ہے، انسان کو صرف اس جسم وجان کے تصرف واستعمال کا اختیار دیا ہے اور اس کے لیے شریعت نے حدود وقیود بھی مقرر فرمادی ہیں، اس اختیاری تصرّف پر ہی جزا وسزا کا مدار ہے۔ انسان چونکہ اپنے جسم وجاں کا مالک نہیں ہے، اس لئے اسے اپنی جان یا کسی عضو کو تلف کرنے، کاٹ پھینکنے یا فروخت کرنے کا اختیار نہیں ہے، یہ تمام افعال وتصرفات ممنوع اور حرام ہیں، جان لینے اور تلف کرنے کا اختیار صرف اسی قادر مطلق اور خالق تبارک وتعالیٰ کا ہے جس نے یہ جان تخلیق فرمائی ہے، وہ جب چاہے اپنی اس امانت کو واپس لے سکتا ہے، کسی کو مجال انکار نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (1) ''اور اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو، (البقرہ:۱۹۵)''۔ (2) ''اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو، بلاشبہ اللہ تم پر بڑا مہربان ہے، (النساء:۲۹)''۔

خودکشی گناہ کبیرہ ہے:

اسلام میں خودکشی گناہ کبیرہ ہے اور اس کا مرتکب جہنم کا سزاوار ہوگا، دنیا میں تو وہ ایک مرتبہ اپنی جان تلف کرتا ہے، لیکن اس کی سزا

کے طور پر اسے طویل عرصے تک اور لاتعداد بار اس اذیت سے گزرنا پڑے گا، غور فرمایئے! اس کا انجام کتنا ہیبت ناک اور ہولناک ہے ،حدیث پاک میں ہے:

(1) ''حضرت ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اپنے آپ کو آہنی ہتھیار سے قتل کیا، تو وہ ہتھیار اس کے ہاتھ میں ہوگا اور وہ نار جہنم میں ہمیشہ رہے گا اور وہ ہتھیار اپنے پیٹ میں گھونپتا رہے گا اور جس نے زہر پی کر اپنے آپ کو ہلاک کیا، تو وہ نار جہنم میں ہمیشہ رہے گا اور زہر پیتا رہے گا اور جس نے کسی پہاڑ سے گر کر اپنے آپ کو ہلاک کیا تو وہ نار جہنم میں ہمیشہ رہے گا اور (جہنم کی گہرائیوں میں) لڑھکتا چلا جائے گا، (صحیح مسلم:109)''۔(2) ''حضرت جابر ایک طویل حدیث میں بیان کرتے ہیں: جب نبی ﷺ نے مدینے کی طرف ہجرت کی تو آپ کے ساتھ حضرت طفیل بن عمرو دوسی اور اُن کی قوم کے ایک شخص نے بھی ہجرت کی، اس شخص کو مدینے کی آب وہوا راس نہ آئی، سو وہ بیمار ہوگیا اور فریاد کرنے لگا۔ پس (تکلیف سے بے قابو ہوکر) اس نے چوڑے پھل کا ایک تیر لیا اور اپنی انگلیوں کو جوڑوں سے کاٹ دیا۔ پھر اس کے ہاتھوں سے خون بہتا رہا یہاں تک کہ وہ فوت ہوگیا۔ پھر اسے طفیل بن عمرو نے اپنے خواب میں اچھی حالت میں دیکھا، اس نے دیکھا کہ اس کے ہاتھوں پر ڈاٹا بندھا ہوا ہے، طفیل نے اس سے پوچھا: آپ کے رب نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟، اس نے جواب دیا: نبی ﷺ کے ساتھ ہجرت کی برکت سے اللہ نے مجھے بخش دیا۔ پھر انہوں نے پوچھا: یہ آپ کے ہاتھوں پر ڈاٹا بندھا ہوا میں کیا دیکھ رہا ہوں؟، اس نے جواب دیا: مجھے فرمایا گیا: جس چیز کو تم نے خود بگاڑا ہے، ہم ہرگز اسے درست نہیں کریں گے، پس جب طفیل نے یہ خواب رسول اللہ ﷺ کے سامنے بیان کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! اس کے دونوں ہاتھوں کی خطا کو بھی بخش دے، (صحیح مسلم:116)''۔

غور فرمایئے! وہ شخص تو صحابی رسول تھا، اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کریم ﷺ کی معیت میں اُسے ہجرت کے شرف سے نوازا تھا، ہمیں یقین ہے کہ اس نے موت سے پہلے اپنی اس خطا پر صدق دل سے توبہ بھی کرلی ہوگی اور آپ ﷺ کے وسیلۂ جلیلہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کی توبہ یقیناً قبول فرمالی ہوگی۔ لیکن اس کے باوجود اس گناہ کبیرہ وقبیحہ کی علامت کے طور پر اس کے ہاتھ لپٹے ہوئے تھے، یعنی اپنی اصلی حالت پر صحیح سلامت نہیں تھے، اس لئے انہوں نے اس عیب کو چھپانے کیلئے انہیں لپیٹ رکھا تھا۔ رسول اکرم ﷺ نے اس کے ہاتھوں کے قصور کی معافی کے لیے دعائے مغفرت فرمائی اور یقیناً وہ دعا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول ہوئی ہوگی، لیکن آج کے دور میں انجام بد سے بچانے کا ایسا وسیلہ کسے نصیب ہوگا۔

حیات نعمت ربانی اور موت اختیار خالق:

پس اسلام کی رو سے حیات نعمت باری تعالیٰ اور موت اختیار خالق ہے، یہ دونوں امور بندے کے دائرۂ اختیار سے باہر ہیں، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''اس نے موت اور حیات کو پیدا کیا ہے تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کس کا عمل سب سے بہتر ہے (الملک:۲)''۔ جو حیات کو پیدا کرنے والا ہے، سلب کرنے کا حق بھی اسی کو حاصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حدیث پاک میں موت کی تمنا کرنے سے منع فرمایا گیا ہے: ''حضرت انس بن مالک بیان کرتے ہیں: تم میں سے کوئی شخص کسی تکلیف کے پہنچنے کے سبب موت کی تمنا نہ کرے، پس اگر وہ ضرور ایسا کرنا ہی چاہتا ہے تو یہ کہے: اے اللہ! (تیرے علم کے مطابق) جب تک میرے لیے حیات بہتر ہے تو مجھے زندہ رکھ اور جب میرے لیے

وفات بہتر ہو تو مجھے وفات عطا کر، (صحیح البخاری:5671)''۔

کون جانتا ہے کہ آنے والے زمانے میں کسی کے لیے اللہ کی قضا و قدر میں کون سی خیر مستور ہے۔ چشم فلک نے بارہا لوگوں کے حالات کو تنگدستی سے فراخی میں، مصیبت سے راحت میں، مرض سے صحت میں، ضعف سے قوت میں اور غلامی سے آزادی میں بدلتے ہوئے دیکھا ہے۔ یہ ہرگز فرض نہیں کرنا چاہیے کہ آنے والے کل کے دامن میں اس کے لئے امید کی کوئی کرن، راحت کا کوئی لمحہ اور کامرانی کی کوئی نوید جانفزا نہیں ہے۔ غیب کا علم فقط ذات باری تعالیٰ کو ہے، لہٰذا اگر کوئی شخص زندگی کی تکالیف سے بہت زیادہ اکتا گیا ہے اور اسے اپنی کم ہمتی، کوتاہ بینی اور بے بضاعتی کے سبب موت ہی کی دامن میں عافیت نظر آتی ہے، وہ ناامیدی کی انتہا کو پہنچ گیا ہے، تب بھی اسے مطلقاً موت کی دعا کرنے سے منع فرمایا گیا ہے، شریعت کا حکم یہی ہے کہ اپنی قسمت کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کو تفویض کرے، وہ بندے کے نفع و نقصان کو اس سے بہتر جانتا ہے۔

قرآن و حدیث کے ان صریح ارشادات کی روشنی میں کوئی صاحبِ ایمان خودکشی کا تصور بھی نہیں کرسکتا، یہ تو وہ کرے جسے یقین راسخ ہو کہ موت واقع ہونے کے ساتھ ہی فوز و فلاح اور راحت و سکون کی کوئی اعلیٰ منزل اس کی منتظر ہے، لیکن احادیثِ مبارکہ سے جب یہ بات ثابت ہے کہ نارِ جہنم کے شعلے اس کے منتظر ہیں، تو اسے اس فعل قبیح کا سوچنا بھی نہیں چاہیے۔ اس کے برعکس احادیث مبارکہ میں مصائب پر اجر کی بڑی بشارتیں ہیں، اس کی بابت چند احادیث مبارکہ پیشِ خدمت ہیں:

(الف): ''جب بندے کے لیے اللہ کی قضا و قدر میں کوئی (بلند) مرتبہ مقدر ہوتا ہے اور وہ اعمال صالحہ کے سبب اس رتبے کو نہیں پہنچ پاتا تو اللہ تعالیٰ جسم یا مال یا اولاد کے حوالے سے اسے کسی آزمائش میں مبتلا فرما دیتا ہے، امام ابوداؤد فرماتے ہیں: ابن نفیل نے ان کلمات کا اضافہ کیا: ''پھر وہ اسے صبر کی توفیق دیتا ہے یہاں تک کہ وہ اس مرتبے کا مستحق ہو جاتا ہے جو اللہ کے ہاں اس کے لیے مقدر ہے، (سنن ابوداؤد:3090)''۔ (ب): ''حضرت عبداللہ بن عباس نے کہا: میں تمہیں جنتی عورت نہ دکھاؤں؟، عطا بن ابی رباح نے کہا: ضرور دکھایئے، حضرت ابن عباس نے کہا: یہ وہ سیاہ فام عورت ہے جو نبی ﷺ کے پاس آئی اور عرض کی: مجھ پر مرگی کا دورہ پڑتا ہے اور میرا ستر کھل جاتا ہے، آپ میرے لیے اس مرض سے شفا کی دعا فرمائیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو صبر کرو اور تمہارے لیے جنت ہے اور اگر تم چاہو تو میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ تمہیں اس مرض سے نجات دے دے۔ اس عورت نے عرض کی: میں صبر کروں گی، اُس نے پھر یہ التجا کی: مرگی کے دورے کے دوران میرا ستر کھل جاتا ہے، آپ بس اتنی دعا فرما دیجیے کہ دورے کے دوران میرا ستر قائم رہے، پس آپ ﷺ نے اس کے لیے دعا فرمائی، (صحیح البخاری:5652)''۔ (ج): حضرت جابر بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب قیامت کے دن (دنیا میں) مصیبتیں برداشت کرنے والے لوگوں کو (اُن کے صبر پر) ثواب عطا کیا جائے گا تو (دنیا میں) عافیت میں زندگی گزارنے والے اس وقت تمنا کریں گے: کاش! دنیا میں قینچیوں سے ان کی کھالیں کاٹ دی گئی ہوتیں (اور وہ آج اس کا اجر پاتے)، (سنن ترمذی:2402)''۔ (د) حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں: مسلمان کو جو بھی بیماری، تکلیف، حزن و ملال، اذیت اور غم پہنچتا ہے (ان مصائب پر صبر کرنے) کے صلے میں اللہ تعالیٰ اس کی خطاؤں کو مٹا دیتا ہے، (صحیح البخاری:5641)''۔

(روزنامہ دنیا، 19 فروری 2018ء)